

حج کا تاریخی پس منظر

مفتی محمد رفیع اللہ

حج بنیادی طور پر ایک اسلامی اصطلاح ہے کیونکہ اسلام میں حج کا ایک خاص تصور اور فلسفہ ہے جس کے تحت اسے اسلام کا ایک اہم رکن قرار دیا گیا ہے تاہم مقامات مقدسہ کی زیارت اور وہاں پر مخصوص آداب و مراسم سبجالات کے رسم نہایت عظیم نامہ جو چلی آ رہی ہے انسانی تاریخ کے ہر دور میں اس کو مذہبی تقدس حاصل رہا ہے اور دنیا اس کو ایک مذہبی عبادت اور فریضہ کے طور پر ادا کرتی چلی آئی ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے ہاں کوئی نہ کوئی جگہ ایسی ضرور ہوتی ہے جس کو ان کے نزدیک مذہبی تقدس بڑی حد تک حاصل ہوتی ہے۔ ایسے مقامات پر جا کر وہ خاص آداب و مراسم سبجالات ہیں اور اپنے بوڑھوں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دیتے ہیں۔ اگرچہ اختلاف مذاہب و اعتقادات کے سبب اس کی شکلیں اور طریق ادا میں اختلاف ہوتا رہا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ رسم تاریخ کے ہر دور اور ہر مذہب میں موجود رہی ہے۔

سب سے پہلے آپ قدیم مصری اقوام کو لیجئے۔ دوسری اقوام کی طرح مصری بھی بت پرستی کی گراہی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے بہت سے معبود بنا رکھے تھے۔ ہر معبود کا ایک مخصوص مندر ہوتا تھا جس کو ہیکل کہتے تھے۔ ان کے چند مشہور ہیکل یہ تھے؛ ہیکل ریئہ، ہیکل فاتح اور ہیکل آمون۔ مصری باشندے خاص ایام میں ان مندروں پر جا کر موسم و آداب سبجالات تھے۔ یہ ایام مصریوں کے ہاں بڑے مقدس شمار ہوتے تھے۔ ان میں یہ خیال عام تھا کہ ان ایام میں جو سچے پیدا ہوتا ہے لگے چل کر وہ ایک عظیم مذہبی رہنما بنتا ہے۔ (۱)

اہل کتاب میں یہودیوں کے ہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور قدیم زمانہ سے موجود رہا ہے۔

چنانچہ زمانہ دراز قبل مسیح سے یہودی بیت المقدس کے اس مقام پر زمیں ادا کرتے تھے جہاں ان کے خیال میں تابوتِ عہد رکھا ہوا تھا۔ سال میں تین بار یہودی اس مقام پر آکر یہ فریضہ ادا کرتے تھے (ان ایام میں یروشلم کے مقام پر ایک عظیم الشان بازار لگتا تھا، جو آگے چل کر اس شہر کی آبادی کا سبب بنا)

یہاں تک کہ طیس نے سن ۷۰ء میں بیت المقدس پر حملہ کر کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، جس میں ہزاروں یہودی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور جو زندہ بچ گئے ان کو جلاوطن کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں پانچ سو سال تک ان کا یہ فریضہ موقوف رہا، تا آنکہ رجب ۱۶۰۰ھ بمطابق ۱۶۳۶ء میں مسلمانوں نے خلیفہ عثمانی حضرت عمر کے دور خلافت میں اسے فتح کیا۔ اور ایک معاہدے کے تحت یہودیوں کے ساتھ یہاں تک بھی امن و امان کے ساتھ بیت المقدس میں آکر رہنے اور مذبحی مراسم ادا کرنے کی اجازت مل گئی۔ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے پھر ان کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۵۱۷ء میں جب بیت المقدس ترک عثمانیوں کے ہاتھ آیا تو پہلے کی طرح پھر یہودیوں کو بیت المقدس آکر مذبحی فریضے ادا کرنے کی سہولت حاصل ہوئی۔ اس تاریخ سے آج تک یہودی ہیکل سلیمانی کے پاس یہ عبادت ادا کرتے ہیں۔ (۲)

یساروں کی مذبحی کتابوں میں ایک لفظ پیلگریج (PILGRIMAGE) ملتا ہے، جس کے معنی حج و زیارت کے ہیں۔ ان کے یہاں اس لفظ کا اطلاق صرف اس سفر پر ہوتا ہے جس میں مقاماتِ مقدسہ تہذیب کی زیارت کا قصد ہو۔ (۳)

چنانچہ میانی ۳۳۶ء بعد المسیح سے بیت المقدس میں یہ مذبحی فریضہ بجا لاتے ہیں ان کے ان مراسم کا چار مقامات سے تعلق ہے (۱) بیت المقدس (۲) بیت لحم (۳) ایسما (۴) اور دریائے اردن۔ زائرین کے قافلے پر رجب بیت المقدس کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو بیت المقدس میں داخل ہونے سے پیشتر دریائے اردن میں غسل کرتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی تہطیب ہوئی تھی۔ غسل کے بعد معمولی کپڑے اتار دیتے ہیں اور ایک چادریں کر بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں دوسرے مراسم کے علاوہ جو یہ لوگ ادا کرتے ہیں ایک کلیسائے مزار مقدس کا تین مرتبہ طواف کرنا ہے (کلیسائے مزار مقدس شاہ قسطنطین اعظم کی والدہ ملکہ ہینانے زرخیز صورت کر کے تعمیر کرایا تھا۔ جس کے

وسط میں حضرت مسیح علیہ السلام کا مفروضہ مزار ہے۔ تمام کلیساؤں میں اس کو نماز اور مقدس سمجھا جاتا تھا، کیسائے مزار مقدس کی رسومات ادا کرنے کے بعد زائرین ارجحاً جاتے ہیں اور وہاں سے دریائے اردن جا کر نہاتے ہیں، وہاں پر دریائے اردن کا پانی بطور تبرک لے جاتے ہیں جیسے مزم کا پانی عمان حاجی مکہ سے لاتے ہیں۔ سلجوقوں کے بیت المقدس پر قبضہ کے بعد عیسائی زائرین کی توجہ بیت المقدس کے بجائے روم میں پطرس اور پولس کی کلیساؤں کی طرف ہو گئی۔ ان کا خیال تھا کہ جو قیص حضرت مسیح پہناتے تھے وہ روم کی کلیسا میں ہے لیکن اس وقت عیسائی زیادہ تر دوسرے مقامات کے بجائے بیت المقدس ہی جاتے ہیں (۴)

ہندو مذہب میں بھی قدیم زمانہ سے اس کا تصور پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آج بھی ہندوستان کے بعض مشہور مندروں پر ہندو خاص ایام میں جا کر مذہبی مراسم و آداب بجالاتے ہیں۔ جس کو ہندی میں یا ترا کہتے ہیں۔

چینیوں کے ہاں بھی مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور نہایت قدیم ہے۔ چینی زمانہ دراز سے "یان" کے مندر پر دور دراز سفر کی صورتیں برداشت کر کے آتے ہیں اور اس مقام پر مذہبی مراسم ادا کرتے ہیں۔

اسی طرح جاپانیوں میں بھی مذہبی عبادت کی حیثیت سے اس کا تصور نہایت قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ جاپانی صوبہ "ساگا" کے مشہور مندر کی زیارت مذہبی فریضہ کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ ان کے ہاں زندگی میں ایک مرتبہ اس مندر کی زیارت مذہبی فریضہ شمار ہوتی ہے۔ اور جیسے ملائین کے نزدیک ایک سے زائد مرتبہ حج باعث بندی درجات اور کار ثواب شمار ہوتا ہے اسی طرح ان کے ہاں بھی ایک سے زائد مرتبہ اس مندر کی زیارت کار ثواب ہے۔ مراسم و آداب بجالاتے وقت ان لوگوں کا لباس تقریباً ویسا ہوتا ہے جیسا مسلمان احرام کی حالت میں پہنتے ہیں۔ (۵) ان کے علاوہ بھی دنیا کے قدیم سے قدیم مذاہب میں مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور موجود رہا ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سماں اقوام میں بھی مقامات مقدسہ کی زیارت

کا تصور پایا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ مذہبی عبادت کی خشیت سے اس کو ادا کرتے تھے جس سے اس کی قدامت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مناسک حج کی تاریخ ہمارے حج کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ اور نبی نوح انسان میں سب سے پہلے کس نے یہ روایت قائم کی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حج کی عبادت ابتدائے آفرینش سے چلی آرہی ہے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا اور آپ کو مکہ کے مقام پر پہنچا دیا گیا تو آپ نے اپنے رب سے فرشتوں کی آوازیں نہ سننے کی شکایت کی جس کے جواب میں آپ کو بیت اللہ کی تعمیر اور اس کے طواف کا حکم ہوا۔

بیہقی نے اپنی کتاب "دلائل النبوة" میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں۔ ان دنوں نے حکم کی تعمیل کی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں لہذا گھر اول بیت وضع لنا یعنی پہلا وہ گھر ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے (۶) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں :

حج آدم فضی المناسک فلما حج قال ذب لکل عامل اجرہ قال اللہ تعالیٰ امانت یا احمم حج پوسے کئے، جب حج سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے فقد غفرت لکم اما ذبیتکم من ہر اہنہم لے پورہ گارہٹل کو اجر مٹا ہے (میں بھی اس کا سستی ہوں) ہذا البیت قبار بذنبہ غفرت لہ (۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تجھ کو میں نے بخش دیا اور تیری اولاد میں جو اس گھر پر آکر اپنی گناہوں کا اعتراف (توبہ استغفار) کریں اسکی بھی مغفرت کر دیں گا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام تک آپ کی ذریت بیت اللہ کا حج کرتی چلی آئی۔ پھر طوفان نوح

(۶) دلائل النبوة، ص ۳۹۳، طبع مصر ۱۳۸۹ھ

(۷) الاطلام باعلام بیت اللہ الحرم، ص ۱۳، ازرقی المتوفی ۲۵۰ھ اخبار مکہ حصہ اول ص ۱۳

میں کعبہ اللہ کو اٹھایا گیا۔ اس کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر انہی بنیادوں پر دوبارہ کر دی اور دنیا کو پھر ناسک حج سے روشناس کیا۔ اس لئے ڈوزی (۸) کا یہ نظریہ سراسر غلط اور تاریخی شواہد سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ کہ ناسک حج یہودی الاصل ہیں ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ یہودیوں کے ہاں اس قسم کا کوئی مذہبی فریضہ نہیں۔ یہودیوں میں اسلامی حج سے ملنے جلتے ایک مذہبی فریضہ کا تصور یقیناً موجود تھا مگر ان چند رسومات کے وجود سے یہ لازم نہیں آتا کہ حج کا تصور سب سے پہلے یہودی مذہب نے پیش کیا ہو یا یہ کہ اسلامی حج یہودی مراسم سے لیا گیا ہو۔

بنائے کعبہ کی مختصر تاریخ حج کا تعلق چونکہ براہ راست بیت اللہ سے ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بیت اللہ کی تعمیر کا اہم ذکر کر دیا جائے۔
تعمیر کعبہ کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں اہل علم کا ایک طبقہ اس پر مہر ہے کہ بیت اللہ کی ابتدائی تعمیر حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے، اس سے پہلے کی تعمیر ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم سے پیشتر تعمیر کعبہ کے سلسلے میں جتنی روایات اور تاریخی شواہد پائے جاتے ہیں، ان کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ یہ سب روایات اور شواہد ناقابل اعمت و اہم اس روایت سے ماخوذ ہیں کہ کوئی مقبرہ دلیل اس کی موجود نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم سے پہلے بھی بیت اللہ کی تعمیر نے کی ہو۔
و توجعہ فی خدو صحابہ عن معصوم ان الیبت پنمبر سے کی صحیح حدیث میں یہ منقول نہیں ہے
کان مبنا قبل الخلیل علیہ السلام..... ولکن کہ حضرت خلیل علیہ السلام سے پہلے بھی بیت اللہ
کل هذه الاخبار عن بنی اسرائیل (۹) کی تعمیر ہوئی ہو۔ اور یہ سب روایتیں اسرائیلیات کی قبیل سے ہیں۔

۸۔ ڈوزی فرانیسی الاصل ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے تھے، ایک ملی گھرانے کے چشم و چراغ تھے قابل قدر کتابوں کے مؤلف عربی خطوطات پر کام سے ان کو خاص لگاؤ تھا ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے (۱ احمد علیہ اللہ القبول)

۹۔ ابن کثیر، البدایہ ص ۱۶۳، ۱۵۰

الاسلامی ص ۴۰، ۲۵

ابراہیم رفعت پاشا لکھتے ہیں :

وَأَمَّا بِنَارِ الْمَلَكَةِ وَ أَحَمَّ وَ شَيْئٌ فَلَمْ يَصِحَّ (۱۰) فرشتوں آدم اور شیت کی تعمیر کعبہ ثابت نہیں ہے۔
 حمین ہیکل نے اپنی کتاب "فی منزل الوحی" میں فرشتوں اور بنا آدم علیہ السلام سے متعلق تمام روایتیں نقل کر کے ان پر سخت تنقید کی ہے کہ ان روایات کی حیثیت ایک افسانہ سے زیادہ نہیں ہے۔
 وہ ظاہری قرآن سے بھی استدلال کر کے ثابت کرتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے دادی مکہ میں آنے سے قبل یہاں کسی نے بھی کعبہ یا بیت اللہ کے نام سے کوئی تعمیر نہیں کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ ہی خدا کے وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی ہے۔ (۱۱)

دوسرے اہل علم حضرات کی رائے اس کے برعکس ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہو چکی تھی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کیا فرشتوں نے۔ اس طرح یہ دونوں فریق ان روایات اور تاریخی شواہد کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جو جناب خلیل اللہ علیہ السلام سے قبل تعمیر کعبہ کے متعلق موجود ہیں۔

قرآن اور کئی اشارات کو سامنے رکھ کر ان روایات و شواہد کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات زیادہ قرین حق معلوم ہوتی ہے کہ بنا ابراہیم سے قبل بیت اللہ کی تعمیر یقیناً ہو چکی تھی۔ قطع نظر اس سے کہ پہلے فرشتوں نے کی ہے یا جناب آدم علیہ السلام نے اور سب سے خیال میں اس رائے کی درست اور قابل قبول ہونے کی چند وجوہات ہیں :

(۱) اس زمانے کے واقعات پر یقینی دلائل کے ذرائع تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ قرآن عید کا یہ موضوع ہی نہیں ہے اور زلف نبوت میں تاریخی واقعات کی تشریح صرف اس حد تک شامل ہے جہاں تک عقیدے اور عمل کا تعلق ہے۔ تمام تاریخی واقعات کی تشریح سینئر کے زلف نبوت میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے کسی تاریخی واقعہ کے قابل قبول ہونے کے لئے صرف ان دو ذرائع علم پر اکتفا صحیح نہیں ہے۔

(۱۰) مرآة المحررین ۰ ص ۲۶۹ ج ۱

(۱۱) فی منزل الوحی ص ۳۰۲

(۲) فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تمیز سے متعلق روایات کے مقابلہ میں ایسی روایات موجود نہیں ہیں۔ جن میں اس کی نفی یا انکار پایا جاتا ہو۔

(۳) ان روایات کا عقیدے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر ضعیف سے ضعیف روایت کو سچی قبول کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو علوم حدیث سے واقفیت رکھنے والے کسی شخص پر ضمنی نہیں ہے۔

(۴) ان روایات میں سے بعض جلیل القدر صحابہؓ سے مروی ہیں۔ چنانچہ الاذرتی نے اخبار مکہ میں امام ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری میں اور عبدالرزاق نے مصنف میں بعض صحابہ سے روایت کی ہے کہ بیت اللہ کی تمیز حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی، اس لئے ان روایات کو قطعی طور پر بے بنیاد نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

كان آدم اذن من السس البيت وصلى فيه يعني سبب پہلے حضرت آدم نے بیت اللہ کی تمیز کی اور اس میں نماز ادا کی۔ (۵) قرآن مجید کی آیات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے قبل بیت اللہ کی تمیز ہو چکی تھی اور اپنے انہی بنیادوں پر دوبارہ تمیز فرمائی ہے۔ مثلاً (۱) واذلوانا لابرہیم مکان البیت (حج ۲۶)

(۲) واذ يرفع ابراهيم القواعد من البیت (۳) ربنا انى اسكنت من ذریعتی بولود غیر ذی ذرع عند بیتک الحکم (ابراہیم ۳۷) (۴) ان اول بیت وضع لنا من لازی بیتہ دال عمران (۵) ان دلائل کے ہوتے ہوئے اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ بیت اللہ کی تمیز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل ثابت نہیں ہے۔

لہذا بنا برائحتلاف روایات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمیز تیسری یا چوتھی تمیز ہے۔ اور اس طرح اب تک بیت اللہ کی تمیز مجموعی طور پر گیارہ مرتبہ ہو چکی ہے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے

۱۔ فرشتوں کی تمیز (۲)۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تمیز (۳)۔ شیث کی تمیز (۴)۔ حضرت ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کی تمیز (۵)۔ قوم عالقہ کی تمیز (۶)۔ قبیلہ جرہم کی تمیز (۷)۔ تصلی بن کلاب مورت اعلیٰ قریش کی تمیز (۸)۔ قریش کی تمیز (۹)۔ عبد اللہ بن زبیر کی تمیز (۱۰)۔ حجاج بن یوسف ثقفی کی تمیز (۱۱)۔ اور سب سے آخری تمیز ۱۰۲۹ھ میں عثمانی خلیفہ سلطان مراد

بن سلطان احمد باقر بنی جہان مکہ مہدیؑ

ملت ابرہہؑ سی اور حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے ایسے وقت میں مبعوث فرمایا، جب پوری دنیا بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھی، ہر طرف کفر و ضلالت اور مشرکانہ عقائد و اعمال کا دور دورہ صحت۔

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک شام سے حبت اور جزیرہ عرب میں مکہ کی وادی خمیر ذی النجیح میں بیت اللہ کی ازسب نو تعمیر کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے رب کے

حکم پر لبیک کہا اور اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ساتھ ملکہ بیت اللہ کو قدیم بنیادوں پر ازسب نو تعمیر فرمایا۔ تعمیر سے فارغ ہوئے تو جبریل آئے اور کہا کہ اب اس کا طواف کریں باپ بیٹے نے مل کر کعبہ

کا سات مرتبہ طواف کیا۔ اور پھر جبریل امین کی ہمراہی میں آپ نے تمام مناسک حج ادا کئے۔ ہر مقام پر جبریل زین ایکے ہمراہ ہوتے تھے، اس طرح آپ نے جبریل کی تعلیم کہ دشمنی میں سب مناسک ادا کئے۔

علامہ ازرقیؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام جبریل کی تعلیم سے مناسک حج ادا کرتے ہوئے عزت پسندی سے جبریل نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے مناسک حج سیکھ لیے؟ آپ نے فرمایا، ہاں سیکھ

لئے۔ اس لئے اس مقام کا نام عزت ہو گیا۔ مادہ عزت کے معنی جاننا پہچاننا۔ (۱۱۳)

جب حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام وہ تمام مناسک ادا کر چکے جو آج امت مسلمہ ادا کرتی ہے تو حکم ہوا کہ اب ساری دنیا کو یہاں آکر حج ادا کرنے کی دعوت دو۔

و اذن فی الناس بالحق یا توک رب جلا
و علی کل ضامر یا تین من کل فجہ عمیق (۱۱۴)
پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر جو دور دراز

رستوں سے چلے آتے ہوں چلے آئیں۔

اپنے رب کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جناب خلیل اللہ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو خدا کی طرف سے بیت اللہ کے حج کی دعوت الی الفاطمیں دی۔

۱۲۔ محمد طاہر الکردوی، مقام ابراہیم، ص ۳۳، طبع مصر ازرقی، اخبار کہ

۱۳۔ ازرقی اخبار کہ ص ۳۳، ج ۱

۱۴۔ حج، ۱۲۶

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ لِمَن لَّهُ الْإِقْدَامُ خَدَانَةُ تَمُّ بِرَبِّتِ اللَّهِ كَاجِ فَرَضِ كَر
فَأَجْبِيُوا رَبَّكُمْ ۝ (۱۵) دیا ہے۔ پس خدا کے حکم پر لبیکت کہو۔

اور اس طرح اس دعوت کی صدائے بازگشت قیامت تک آنے والی نسل انسانی نے سن لی، چنانچہ اس دعوت
ابراہیمی کے تیرہ جتنے انبیاء آپ کے بعد آئے سب نے بیت اللہ کا حج ابراہیمی تعلیمات کی روشنی
میں ادا کیا۔

قال ابن اسحاق! لم يبت الله نبيا بعد
ابراهيم الا وقد حج (۱۶) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ خدا نے جس نبی کو بھی حضرت ابراہیمؑ
کے بعد بھیجا ہے اس نے بیت اللہ کا حج ادا کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کے اثرات جزیرہ عرب اور بیرون جزیرہ ظاہر ہونے لگے۔ تو
ایک بڑی خلقت نے بت پرستی چھوڑ کر دین ابراہیمی کو قبول کیا۔ اور حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کی
تعلیمات کے مطابق لوگ بیت اللہ کا حج ادا کرنے لگے۔

زمانہ جاہلیت کا حج جب تک جزیرہ عرب میں دین ابراہیمی کے اثرات اور تعلیمات باقی تھیں
عرب کے لوگ اور دوسرے قبائل ان تعلیمات کی روشنی میں مناسک حج ادا کرتے رہے۔ لیکن بعد از ماور
مرو و ایام کے سبب جب جہالت قائم ہوئی تو دین ابراہیمی کے بنیادی اصول لوگوں نے بھلا دیئے اور دوسری بت
پرست اقوام سے اختلاط کے سبب مشرکانہ عقائد و اعمال اپنائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تسلیم کردہ
عبادت کو مشرکانہ مراسم سے بدل دیا گیا۔ عرب کے باشندے جہالت اور بت پرستی میں اس حد تک آگے نکل گئے
کہ انہوں نے کعبہ کے ارد گرد اور کعبہ کے اندر بے شمار بت نصب کر دیئے۔ (۱۷)

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ جزیرہ عرب میں بیت اللہ کے علاوہ بھی بعض ایسے مقامات تھے جن کو وہ بیت اللہ
یا بیت الحرام کہتے تھے۔ ان مقامات پر بھی جاہلیت میں لوگ مراسم حج ادا کرتے تھے۔ ان میں زیادہ مشہور یہ
(۱) بیت الاقصیٰ (۲) بیت ذی القلصہ (۳) بیت صنعاء (۴) بیت رضا (۵) اور بیت نبوران اس کو کعبۃ البخران بھی کہتے تھے

۱۵۔ القرآنی لغاصدام القس، ص ۲۳

۱۶۔ " " " " ص ۲۵

۱۷۔ " " " " ص ۳

(۱) بیت الاقصیٰ، یہ قصہ، لخم وجرام وغیرہ قبائل کا کعبہ تھا، یہاں آکر وہ مناسک حج کی طرح مراسم ادا کر کے سر کے بال منڈایا کرتے تھے۔

(۲) بیت ذی القعدة، اس کو کعبۂ میانیہ کہا کرتے تھے، یہ دوسرا، نعمت، بجیلہ قبائل کے مہبودوں کا مرکز تھا۔ اس کو کعبہ میانیہ کہنے کی وجہ سے کتبہ اللہ کو یہ لوگ کعبہ شامیہ کہتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جریر بن عبداللہ نے اس کو منہدم کر دیا۔

(۳) بیت رضا، بنو ربیعہ کا کعبہ تھا، مستوفی بن ربیع نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منہدم کر دیا تھا۔

(۴) کعبۃ النجران کو بیت اللہ کے طرز پر بنایا گیا تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کو کھانوں سے بنایا گیا تھا۔ بیت اللہ کے برابر اس کی تین قسم کی جاتی تھی۔

لیکن جاہلیت کے لوگ باوجود اختلاف مذاہب و اعتقادات کے بیت اللہ کی تین قسم پر متفق تھے اور اس کو بیت اللہ سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ دین ابراہیمی کو پورے طور پر بت پرستی سے بدل ڈالنے کے باوجود جاہلیت کے لوگ عرب و عجم سب ہی بیت اللہ کے حج اور اس کی زیارت کو موجب ثواب سمجھتے تھے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ فارس کے شاہان اکاسرہ کے جبراعلیٰ ساسان بن بابک نے بھی کعبۃ اللہ کا حج کیا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی قوم میں بھی اس کا رواج رہا۔ (۱۸)

قبائل عرب میں قریشی کو دین ابراہیمی کی پروردگی کا دعویٰ تھا۔ وہ خود کو بیت اللہ کی اولاد کا جبراعلیٰ سمجھتے تھے۔ اپنی اس امتیازی حیثیت کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے مناسک حج میں اپنے لئے بہت سی ترمیمات کر لی تھیں۔

(۱۸) اسی کو ایک فارسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے :-

وما ذلنا نفع البیت قدما ہم ہمیشہ سے خاندان کعبہ کا حج کرتے اور ان امان سے بچھا میں

وظلق بالا مطح آ منینا ڈیرے ڈالتے رہے ہیں۔

و ساسان بن بابک سارحتی ساسان بن بابک اپنے سرداروں کو ساتھ لیکر خاندان کعبہ پہنچا،

اتی البیت العتیق با صدینیا اس کا طوفان کیا اور حضرت اسمعیل کے کنوئیں پر جو پینے والوں کو

وظات بہ دزمزم عندبیر سیراب کرتا ہے خدا کی تعریف کا راگ گایا۔

لا اسمعیل تروی الش ربینا (معجم البلدان، ص ۴۱، ج ۲، طبع بیروت)

قریش نے عام لوگوں پر لازم قرار دیا تھا کہ وہ صومعہ کے کپڑے پہن کر طواف کر سکتے ہیں اس لئے غیر اعمی یا تو کپڑے لگ کر یا کراہ پر لیکر طواف کرتے تھے۔ مرد مردوں کے کپڑوں میں اور عورتیں عورتوں کے کپڑوں میں طواف کرتی تھیں جن لوگوں کو کپڑے میسر نہ آتے وہ ننگے طواف کرتے تھے مردوں کو اور عورتیں رات کو جولاگ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے وہ ان کو طواف کے بعد اتار کر حرم میں چھوڑ دیتے تھے ان کو دوبارہ استعمال کرنا ناجائز سمجھتے تھے ان کپڑوں کا نام "لقا" رکھا جاتا بعض روایات میں ننگے طواف کرنے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ عام کپڑوں میں اس لئے طواف نہیں کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں وہ دن رات گناہ کرتے ہیں ان میں خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرنا چاہیے :

لَا تَعْبُدُوا اللَّهَ فِي ثِيَابٍ اَذْنَبْتُمُوهَا (۱۹۷) یعنی جن کپڑوں میں تم نے گناہ کئے ہیں تم ان میں اللہ کی عبادت نہیں کرنا چاہتے۔

اسی نظریہ کے تحت وہ ننگے طواف کرتے تھے۔ عورتیں بھی نہایت معمولی کپڑا جس سے صومعہ شرمگاہ کا ستر ہو جاتا تھا پہن کر طواف کرتی تھیں بعض روایات میں ہے کہ یہ معمولی ستر بھی نہیں ہوتا تھا۔ مادر زادننگی ہو کر طواف کرتی تھیں اور یہ کہا کرتی تھیں۔

اليوم يبيد وبعضه اذكله یعنی آج سارا بدن یا اس کا کچھ حصہ کھل جائے گا لیکن اس میں وما بءامنه فلا اكله سے جو کھل جائے گا میں اس کا دیکھنا کسی کے لئے حلال نہیں کرتی۔ ایک امتیاز انہوں نے یہ قائم کر رکھا تھا کہ وہ عرفات جو حج کی اصل عبادت گاہ تھی نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے حرم کے پاس ان ہیں ہم اب حرم ہیں ہم حدود حرم سے باہر نہیں جا سکتے یہ ہمارے خاندان کی توہین ہے۔ اس لئے وہ صومعہ مزدلفہ تک جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ باقی لوگ عرفات چلے جاتے، حالانکہ وہ خود بھی عرفات چلے جانے کو مناسک حج میں شمار کرتے تھے۔

قرآن مجید نے ان کے اس زعم باطل کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے:

فَمَا يَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (بقرہ ۱۹۹) پھر تم وہیں سے پیلو جہاں سے لوگ چلتے ہیں۔

ان بدعات کے علاوہ انہوں نے حج کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا تھا جس کو حج مصمت کہتے تھے۔ اس حج میں شروع احرام سے آخر تک بولنا جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جاہلیت کے لوگ اس کو

بڑا ثواب جانتے تھے۔ اسلام نے اس تکلیف ملا لیا طاق سے منہ کر دیا۔ میح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک عورت کو جس کا نام زینب بنت المہاجر تھا دیکھا کہ بالکل خاموش ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے حج مصمت کی نیت کی ہے۔ آپ نے اس فعل سے اس کو منع کیا اور فرمایا یہ فعل حلال نہیں ہے یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے۔ (۲۰)

حاصل یہ کہ جزیرہ عرب میں دینِ ابراہیمی کے متحمل خاتمہ کے باوجود جاہلیت کے لوگوں میں اس دین کے بعض آثار و علامات ظہور اسلام تک موجود تھیں۔ دینِ ابراہیمی کے ان باقیات میں سے ایک حج بھی تھا اگرچہ بت پرستی اور مشرکاذ اعتقادات کی بنا پر حج ابراہیمی اپنی صحیح صورت میں باقی نہیں رہا تھا، بلکہ احوام سے لیکر انتقام تک قدم قدم پر بے شمار مشرکاذ اعمال اور بدعات کی وجہ سے حج کی صورت ہی مکمل طور پر بدل گئی تھی۔ اس کے باوجود حج کا تصور پورے اتہام کے ساتھ ظہور تک موجود رہا۔ جاہلیت کے لوگ صدیوں سے بیت اللہ کا حج ہر سال پابندی کے ساتھ کرتے چلے آئے تھے

حج اسلام پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتدا میں دینِ ابراہیمی کے ان نام نہاد مدعیوں کو اسی حالت میں بیت اللہ کا حج ادا کرتے چھوڑا۔ اور اپنی تمام تر کوششیں دعوتِ توحید پر مرکوز کر دیں۔ مشرکین کو کہنے کے لئے ایک زبردست چیلنج تھا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے صحابہ کو ستانا اور ان پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ بالآخر آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ مدینہ میں مسلمان بڑی بے چینی سے اس وقت کے منتظر تھے۔ جب وہ مکمل اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کا حج کریں۔ ادھر مشرکین کو کہنے کی عداوت اس حد تک آگے بڑھ گئی تھی کہ مسلمانوں کو ایک نظر بھی بیت اللہ کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

بالآخر سترہ میں مسلمانوں کی اس دلی تمنا کے پورے ہونے کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ جب کہ حج کو اسلام کا پانچواں اور آخری اہم رکن قرار دیا گیا۔ لیکن فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر حج لدا کرنا ممکن نہیں تھا، سترہ میں مکہ فتح ہوا۔ مگر اس سال بھی ملک میں امن و امان اچھی طرح قائم نہ ہونے کی وجہ سے حج مشرکین کو ہی کے اتہام میں ہوا۔ مسلمانوں نے حضرت عتاب بن اسد کے ساتھ جو مکہ کے امیر مقرر ہوئے تھے، فریضہ حج ادا کیا۔ اور یہیں بعض وجوہات کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بذات خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جا سکے اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اہل بیت کے منصب پر مامور فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کا تاملہ لیکر حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس قافلہ میں حضرت علی نقیب اسلام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر اور حضرت ابومریرہ وغیرہ مُتَمَلِّم تھے۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے اپنے اطمینان سے اجتماعی طور پر زلفینہ حج ادا کیا۔ اور اس سال رسم حج سنتِ ابراہیمی کی صورت میں جلدی ہوئی۔ اس حج کا ایک مقصد یہ تھا کہ خاندانِ نبویؐ میں ہمد جاہلیت کے اختتام اور حکومتِ اسلام کی ابتدا کا اعلان کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمد جاہلیت کی ان تمام رسومات و بدعات کے خاتمہ کا اعلان کیا جائے۔ جن پر صدیوں سے عرب کا رند ہو کر چلے آ رہے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کو سنتِ ابراہیمی کے مطابق حج ادا کرنے کی تعلیم دی اور منیٰ کے تمام یہ سر مشرکین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا اور پھر یہ منادی کرادی۔

الایحییٰ بعد العام مشرک ولا یطوف
بالبیت بعد الیوم سکران ۵
یعنی اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے ارادے سے
نکلتے اور آج کے بعد کوئی شخص ننگا دم جاہلیت کے
مطابق خاد کعبہ کا طواف نہ کرے۔

جب سونہ کے اس حج میں تمام مشرکان بائول اور بدعتوں کا ازالہ ہو گیا اور مشرکین کے لئے بیت اللہ کا حج ممنوع قرار دیا گیا تو اب وہ وقت آ گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے زلفینہ کو خود عملی طور پر انجام دیں۔ چنانچہ ذی قعدہ ۱۰ھ میں آپ حج بیت اللہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکلے۔ ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے زیادہ جلائار آپ کے ساتھ تھے۔ ہم ذی الحج ۱۰ھ کو آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے اس آخری حج (جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں) میں ایک لاکھ سے زیادہ فرزندانِ توحید کو سنتِ ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی تعلیم دی اور اس طرح کعبہ کفر و شرک کی ظلمتوں سے پاک ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عبادتِ ابراہیمی کا مرکز قرار پایا۔ گویا آج رب کعبہ کے اس حکم و طہر بییتی

لِلطَّافِئِنِ وَالْقَائِمِیْنَ وَالرَّوْحِ السَّجِدِ" (۱۱۱) آئینِ آخری بار آپ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور خدا کا یہ گھر قیامت تک کے لئے صرف اس کی عبادت و پرستش کے لئے مخصوص ہو گیا۔ اور اس دن سے آج تک برابر فرزندانِ توحید لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے گوشے گوشے سے دور دراز کا سفر طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں اور زلفینہ حج ادا کرتے ہیں۔